

# ”خضر راہ“

یہ معروف ادیب اور صحافی جناب قیوم خضر کی اس کتاب کا عنوان ہے جس میں انہوں نے اپنے الفاظ میں ”اسلامی تصوف کا تجریدی مطالعہ“ کیا ہے۔ انہوں نے اس مطالعہ کی خود ہی یہ تشریح کی ہے کہ یہ فلسفہ تصوف کے بجائے نفس تصوف کا مطالعہ ہے یعنی اس میں تصوف کی تعریف و توضیح کی گئی ہے اور اس کی حقیقت و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زیر نظر کتاب کے تین ابواب ہیں۔ اشارات، محاضرات، توضیحات۔ ان کے علاوہ ابتدا میں ”معروضات“ کے عنوان سے مقدمہ کتاب ہے اور ”کتابیات“ کے عنوان سے ماخذ مطالعہ کا تذکرہ خاتمہ کتاب پر کیا گیا ہے۔ کتاب کے دو ابواب، محاضرات اور توضیحات، کو میں صرف تتمہ یا ضمیمہ سمجھتا ہوں، اس لئے کہ اول الذکر میں ”روزہ اور اس کی حقیقت“ پر گفت و گو کی گئی ہے، جو تصوف کی طریقت کے بجائے اصلاً و اصولاً دین کی شریعت کا ایک رکن ہے، اس طرح ثانی الذکر ”مختصر قاموس تصوف“ ہے، یعنی اس میں صرف الفاظ و اصطلاحات کی شرح ہے، جو لغت نہیں کا کام ہے۔ لہذا کتاب کے موضوع پر بحث دراصل ایک ہی باب، اشارات، میں ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میرا تبصرہ اسی باب پر مبنی ہے۔

مصنف کی معروضات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصوف کی پرخطر نراکتوں سے واقف ہیں، کہتے ہیں:-

”حقیقت یہ ہے کہ تصوف میں بعض الفاظ جن معانی میں استعمال ہوتے ہیں عام طور پر لغت میں ان الفاظ کے معانی بعینہ اسی طرح نہیں

ملنے ، کیوں کہ صوفیاء الفاظ کے معانی اپنے احوال و کوالفہ کے

مطابق لیا کرتے ہیں“ (ص ۵)

مصنف صوفیاء کے اس طرز گفت و گو کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں :-

”اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہل تصوف کا توشن ہی یہ تھا کہ

لوگوں کے اندر اس حقیقی دینداری اور خدا پرستی کی اصلی روح کو بیدار

اور جاری و ساری کیا جائے جو انبیاء کی دعوت کا اصل مقصد تھا۔ لیکن یہ بات

ظالم و جابر بادشاہوں نیز حکمرانوں کو گوارا نہ تھی، اس لئے صوفیاء اپنی بات ایسی

زبان اور اصطلاحات میں بیان کرتے تھے کہ ان کے اپنے طائفہ کے لوگ

تو اچھی طرح سمجھ لیں لیکن اگر وہی باتیں ان کے حلقے سے باہر جائیں تو

دوسرے اس سلسلے کے بھیدوں کو نہ پاسکیں“

میرے خیال میں یہی تصوف کی اصلی خامی ہے اور جو صوفیاء بھی اس میں مبتلا تھے

وہ دین کی روح اور شریعت کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ انہوں نے طریقت کو

خانقاہیت کے گورکھ دھندے میں گم کر دیا تھا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول تو

یہ ہے کہ ”سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا“ ہے، جب کہ یہ

نام نہاد صوفیاء اپنے خیال میں رشد و ہدایت کے موقوفات کو یا جابر بادشاہ کے خوف

سے خفیہ طور پر لیس اپنے حلقہ خاص میں ارشاد کیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ صوفیاء

کہلانے والے تمام بزرگان دین کے بارے میں ایسا سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ وہ مبہم بیانات

دیا کرتے تھے، اس لئے کہ جن حضرات کو صوفیاء کہا جاتا ہے ان میں بعض بڑے بڑے

علمائے اسلام شامل ہیں جنہوں نے اپنے دور میں خدا کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے

لئے پوری جرات ایمانی کے ساتھ جہاد کیا اور کبھی کسی جابر بادشاہ یا ظالم حکمران کی انہوں

نے پروا نہ کی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ احمد مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کارنامے اس سلسلے کی روشن مثال ہیں شریعت

دین کی علانیہ پابندی اور فرائض کی بر ملا ادائیگی چاہتی ہے، لہذا جو طریقت اس تقاضا

شریعت کے خلاف ہو وہ اسلام کے صراط مستقیم سے ہٹتی ہوئی ہے۔  
اس نکتہ پر زیر نظر کتاب کے باب اول ”اسلامی تصوف کا تجریدی مطالعہ“ بہ  
عنوان ”اشارات“ کی ابتدا ہی میں شیخ محی الدین ابن عربی کے اس قول سے کافی روشنی  
پڑتی ہے:

”قیامت کے دن تم سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ ”فتوحات مکیہ“ پڑھی تھی  
یا نہیں، بلکہ وہاں تو یہی پوچھا جائے گا کہ نماز پڑھی تھی یا نہیں“ (ص ۱۵)  
قیوم خضر صاحب نے اس فکر انگیز قول پر تبصرہ کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے  
”ان شیخ محی الدین ابن عربی کی نظریں بھی تصوف کتاب و سنت  
کی پیروی کے ایک طریقے کا نام ہے“ (ایضاً)

میرے خیال میں یہی لفظ ”طریقت“ کی بہترین تشریح ہے کہ یہ بس ”کتاب و سنت کی پیروی  
کے ایک طریقے کا نام ہے“۔ چنانچہ اگر تصوف کے کسی طریقے میں کتاب و سنت سے ذرا  
بھی تجاوز نظر آئے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ غلط اور گم راہ کن ہے۔

اس سلسلے میں قیوم خضر صاحب نے حضرت داتا گنج بخشؒ کا جو قول ان کی تصنیف  
”کشف المحجوب“ سے نقل کیا ہے اس میں ایک جملہ بہت حقیقت افروز ہے  
”اگر تصوف کے انکار سے تمہاری مراد محض اس کے نام سے انکار  
ہے تو کچھ حرج نہیں“ (ص ۲۰)

لیکن موصوف کے مفلوظ کا یہ حصہ کہ ”اگر (تصوف کے) معنی اور حقیقت سے انکار کرتے  
ہو تو سمجھ لو کہ یہ کل شریعت سے انکار ہے ”محل نظر ہے“ اس لئے کہ اس میں بے جا مبالغہ  
آرائی ہے اور تصوف کو بلاوجہ روح مذہب کا مترادف تصور کر لیا گیا ہے۔ جو بات حضرت  
داتا گنج بخشؒ اپنے خیال میں تصوف کے معنی اور حقیقت کے بارے میں کہنا چاہتے ہیں  
وہ صرف شریعت کے لئے مخصوص ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے  
دین کو شرع اور شریعت تو کہا ہے، طریقت یا تصوف نہیں کہا ہے، لہذا تصوف کے لفظ  
و معنی پر اس درجہ اصرار کہ اس کا انکار ”کل شریعت کا انکار“ ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔

اس معاملے میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول فیصل ارشاد کیا ہے، جو صفحہ ۲۵ پر زیر نظر کتاب میں مندرج ہے:

”کتاب و سنت کو اپنے سامنے رکھو، تامل و تدبیر کے ساتھ دونوں کا مطالعہ کرو اور ان دونوں ہی کو اپنا دستور العمل بناؤ..... خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی نبی و ہادی نہیں کہ ہم اس کی پیروی کریں اور قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں کہ ہم اس پر عمل کریں لہذا تم ان دونوں کے دائرے سے باہر نہ نکلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، تمہاری خواہش اور شیطانی وسوسے تمہیں گم راہ کر دیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ تم اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے، اس لئے سلاتی کتاب و سنت کی پیروی ہی میں ہے اور ہلاکت ان کی عدم پیروی میں“

اس قول فیصل کے بالکل برخلاف شاہ تصدق علی صاحب کی وہ خرافات ہے جو قیوم خضر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر نقل کی ہے۔ اس لغوی بیان کے یہ گم راہ کن جملے دیکھئے:

”شریعت کثرت خلق ہے اور خلق کو فنا ہے۔ حقیقت وحدت ہے اور وحدت عین حق ہے نیز حق کو بقا ہے۔ اس صورت میں اہل شریعت رو بہ خلق ہیں اور اہل حقیقت رو بہ حق ہیں۔ سو چنے کہ رو بہ حق ہونا اچھا ہے یا رو بہ خلق ہونا بہتر ہے۔“

اس لایعنی مفلوظ کی انتہائے جسارت یہ ہے کہ

”حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت

میں نبی اور حقیقت میں ولی تھے۔“

نعوذ باللہ! گو یا شاہ تصدق علی صاحب کے خیال میں ”ولی“ نبی سے بڑا ہے جس شخص نے بھی قرآن سمجھ کر پڑھا ہے جانتا ہے کہ ولی ہر وہ شخص ہے جو خدا اور رسول کے

احکام و ارشادات کی پوری پابندی و پیروی اپنے قول و عمل دونوں سے کرے، جب کہ نبی صرف وہ چند شخصیتیں ہیں جنہیں اللہ نے اپنی پیغام بری کے عظیم منصب پر فائز کیا اس لئے نبی کی امت ہوتی ہے جس میں نبی کے پیروؤں کے درمیان وہ لوگ پیدا ہوتے ہیں جو نبی کی پیروی میں سختگی کے باعث ولی کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

علم و عمل کی بحث میں حضرت مخدوم جہاں کا یہ قول بالکل صحیح ہے ایمان افروز ہے کہ ”علم امام ہے عمل کا اور عمل اس کے تابع ہے“ (مکتوب ۳۷، منقول ”خضر راہ“،

ص ۳۱) لیکن حضرت کا یہ لفظ نا قابل فہم ہے کہ ”جو علم زندگی کے چشموں سے اہلتا ہے اس کو ظاہری حواس کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی“ (مکتوب ۴۱، منقول خضر راہ ص ۳۱)۔

قیوم خضر صاحب نے سماع کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے ان کی کوشش اعتدال کے باوجود محل نظر ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے شاہ اختر حسین چشتی صابری صاحب کی جو خرافات

سماع کی تصدیق و تشریح میں درج کی ہے وہ بڑی عبرت انگیز ہے۔ ایسی ہی مغالطہ بازیوں سماع کو ایک خطرناک نوعیت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اچھے اشعار اور اچھی آواز یقیناً جاں نثار

ہیں مگر سماع کے نام سے قوالی اور حال قال کا جو نہ گامہ رقص و موسیقی گرم کیا جاتا ہے اس کا کوئی جواز شریعت میں نہیں ہے یہ محض چند اہل دل کہلانے والوں کی تفریح اور نشاط خاطر کا

سامان ہے جسے خواہ مخواہ تقدس کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کا رعبت ہے۔ ”تصوف میں گوشہ نشینی اور بے عملی“ پر گفت و گو کرتے ہوئے جناب قیوم خضر

نے بالعموم اعتدال و توازن سے کام لیا ہے اور چند بصیرت افروز حقائق پیش کئے ہیں، لیکن بعض خدارسیدہ بزرگوں کے متعلق ”ترک اسباب“ (۴۲) کی جو بات انہوں نے کی

ہے وہ خود ان کی دہی ہوئی ان دلیلیوں اور مثالوں کے خلاف ہے جو انہوں نے علمائے اسلام کی سیرتوں سے لی ہیں۔

”دعا و تقویٰ کی حقیقت“ اور ”ضرورت شیخ“ پر جو مباحث زیر نظر کتاب میں ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ مستقیم کی جستجو کے باوجود خطوط منحنی بار بار قدموں

تے آتے اور مسافر کو منزل سے بھٹکاتے یا الجھاتے ہیں۔ بات سیدھی اور صاف یہ ہے

کہ خدا کے سوا کسی بھی ہستی کو کسی بھی درجے میں کار ساز تصور کرنا شرک کی حد تک پہنچ جانا ہے جو اسلام کی نگاہ میں واحد معصیت ہے جس کی مغفرت قیامت کے روز داد و محشر کسی بھی حال میں نہ کرے گا، جیسا کہ اس نے بار بار قطعی طور پر قرآن حکیم میں واضح فرما دیا ہے۔ اسی طرح دعا خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی متحمل نہیں، بندہ خدا ہی سے براہ راست مانگے گا تو کچھ پائے گا۔ دوسرے ادیان کے مقلدوں میں اسلام کا یہی امتیاز ہے کہ اس میں پرہتوں کا کوئی نظام نہیں ہے، خالق و مخلوق کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں اور احکام شریعت میں رسول کی تقلید کے سوا کسی دوسری انسانی شخصیت کی بے چون و چرا پیروی کا پھندا آدمی کی گردن میں نہیں ڈالا گیا۔ علمائے اسلام سے استفادہ اور اولیاء اللہ سے محبت یقیناً ایک کار خیر ہے، مگر جو کچھ ہے، دین و شریعت کے حد و د میں اور خدا و رسول کے اتباع میں۔

مجموعی طور پر قیوم خضر صاحب نے بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے ایک نازک اور پیچیدہ موضوع پر بہت ہی دل چسپ، معلومات افزا اور فکر انگیز نکات ایک مختصر سی کتاب میں سلیقے کے ساتھ جمع کر دیئے ہیں، جن کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جو یا لے حق ہیں اور انھوں نے حتی الوسع مذہبی امور میں اذرا فراط و لفریط سے دامن بچا کر صحیح دینی و شرعی موقف اور نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلے میں بہت ساری غلط اور گم راہ کن باتوں کی تردید خود اکابر صوفیاء کے اقوال کے حوالے سے کی ہے کہ اکابر صوفیاء اولیاء اور بزرگان دین طریقت کو شریعت سے الگ نہ سمجھتے تھے بلکہ شریعت کے گہرے شعور اور اس کی پر خلوص یا بندی کا ایک طریقہ، ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور جب تک دین و شریعت کا پختہ علم و عمل کسی شخص کو حاصل نہ ہوتا تھا اس کو نہ صوفی ملتے تھے نہ ولی نہ بزرگ۔ اس طرح بزرگان دین کے نزدیک طریقت تقویٰ زہد اور احسان“ سے مختلف کوئی چیز نہ تھی اور اس میں نہ تو ترک دنیا کی گنجائش تھی نہ بے علمی، بد عقیدگی اور بدعت کی۔ لیکن عالم و مجاہد اولیاء کے جاہل و جاہل جانانیوں یا نقالوں نے اپنی بے شعوری اور بد کرداری سے لہو ف کے نام پر سماں میں ضعیف الاعتقادی اور بد علمی

پھیلائی لہذا ضرورت ہے کہ حقیقی بزرگانِ دین، علما، صلحا، اولیا اور انقیاء کے مجاہدوں سے سبق حاصل کیا جائے اور ان کے نقالوں سے احتراز کیا جائے۔

یہ قیمتی نکات جناب قیومِ خضر نے بڑے شگفتہ انداز سے بیان کئے ہیں، مگر چہ بعض جگہ شگفتگی شاعری کی حد تک پہنچ گئی ہے رہبرِ حال بزرگوں کے اقوال اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے کثرت کے باوجود بیان میں سلاست اور روانی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ یہ خوبیاں کتاب کو دل چسپ اور ایک دقیق موضوع کو سہل بناتی ہیں، لیکن قرآن و حدیث کے بعض حوالوں کو بزرگوں کے ملفوظات سے نقل کرنے کے بجائے براہِ راست آیات و روایات سے لینا بہتر ہوتا، تاکہ وہ نساخاتِ سرزد نہ ہوتے جو کہیں کہیں نظر آتے ہیں، مثلاً ص ۹ پر آیت قرآنی کا ایک حوالہ جو درحقیقت آیت نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ ”حضراہ“ تصوف کا ایک اچھا، نسبتاً و عموماً محتاج اور مفید مطالعہ ہے۔ تصوف سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے اس میں کافی فکر انگیز مواد ہے۔ ایسی کتاب کو ہر کتب خانے کی زینت بنا چاہئے۔

(ڈاکٹر عبدالمغنی)

## ہندوستان پیپلی کیشنز کی اہم مطبوعا

- |  |                        |      |
|--|------------------------|------|
| ۱۔ اسلام - ایک روشن حقیقت                      | ڈاکٹر محمودہ عبدالعاطی | ۲۵/- |
| ۲۔ انخوان المسلمون کا تربیتی نظام              | یوسف القرضاوی          | ۸/-  |
| ۳۔ ہم دعوت کا کام کیسے کریں                    | عبدالبدیع صقر          | ۸/-  |
| ۴۔ اسلامی معیشت کے بنیادی اصول                 | محمد ابوالسعود         | ۱۰/- |
| ۵۔ دعوتِ اسلامی پر نڈیوں کی حدی کے استقبال میں | الغزالی                | ۲۰/- |
| ۶۔ اسلامی کردار                                | محمد الغزالی           | ۲۰/- |
| ۷۔ زنداں کے شب و روز                           | زینب الغزالی           | ۱۲/- |

چلنے کے لئے ۱۔ مرکزی مکتبہ اسلامی - ۱۳۵۳ - چلی قبر - دہلی - ۶۰۰۰۱۱  
پتے ۲۔ کرلیسنٹ پبلشنگ کمپنی - ۳۵ - ۲۰۳۳ - پیمانان علی نام جاتان